واہماتی حقیقت نگاری (پس منظر، بنیادی مباحث اور خصوصیات)

محمد داؤد راحت*

ڈاکٹر سید عامر سہیل**

Abstract:

Hallucinatory Realism is a Post-Modern narrativer technique used by various fiction writers of the globe, specially in West. Award of Nobel Prize for Literature to Chinese novlist Mo Yan in 2012 has attracted the attention of Literary circles for this remarkable narrative technique. This article will discuss in brief the background, basic discussions and charactristics of Hallucinatory Realism.

الوسی نیٹری رئیلزم (Hallucinatory Realism) کے لیے اردو میں 'واہماتی حقیقت نگاری' کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ واہماتی حقیقت نگاری بیانیے کی پیش کش کا ایک خصوصی انداز ہے۔ بیسویں صدی کی آخری چوتھائی کے ادب اور بصری فنون میں یہ تکنیک سامنے آئی۔

سماجی سطح پر حقیقی تغیر انسانی شعور کی ایک منزل سے دوسری منزل میں منتقلی کا نتیجہ ہوتا ہے اور انسانی شعور کے بدلنے کا سبب وہ مادی تغیرات ہوتے ہیں جو انسانی علم میں اضافہ کرتے ہیں اور وہ سماج اور کائنات کے ساتھ اپنے رشتوں کو از سر نو استوار کرتا ہے۔ بیسویں صدی کے دوران دنیا میں غیر معمولی سیاسی اور سماجی تبدیلیاں سامنے آئیں جن کی وجہ سے انسانی شعور اور طرز احساس بدلا اور یہ تبدیلی ادب اور فنون لطیفہ کا بھی حصہ بنی۔ اسی دور میں جدیدیت، ڈاڈازم، سرریئلزم، کیوبزم، سمبولزم، شعور کی رو، اظہاریت، آزاد تلازمہ خیال۔ لغویت اور تجریدیت ایسی تحریکوں نے جنم لیا اور ادب کی تخلیق اور اظہار کے نئے قرینے پیدا کیے۔ دو عالمی جنگوں کے بعد ہونے والی تہذیبی شکست وریخت سے متاثر ہونے والے حساس مغربی نے ردعمل کے طور پر اظہار کے نئے انداز اختیار کیے جن میں

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

** صدر شعبہ اُردو، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

فکری ابہام، فردیئت، ماورائیت، انفرادیت، یاسیت، لایعنیت، فرد کی تنہائی اور بے سمتی کو فروغ ملا۔ سائنسی ترقی اور مشینوں کی ایجاد کی وجہ سے سرمایہ داری کو تیزی سے ترقی نصیب ہوئی جس کے باعث عالمی سطح پر تہذیبی تغیر کی صورت حال سامنے آنے لگی۔ مابعد جدید صورت حال میں پیداوار (Production) کی جگہ سرمائے کی فراہمی کے ذریعے پیدا کردہ صارفیت (Capital Induced Consumption) پر زور دیا گیا۔ یعنی اگر اپنی جیب سے اشیاء نہ خریدی جاسکیں تو پھر قرضوں کی مدد سے خریدی جائیں چاہے اس سے عالمی غربت کی دلدل میں اس قدر اضافہ ہو کہ اس گرداب سے نکلنا ممکن نہ رہے۔

جب شے کی داخلی معنویت پر علامتی معنویت کو برتر قرار دیا گیا تو کثیرالقومی (Multi-national) اداروں کی مصنوعات کی فروخت کو یقینی بنانے کے لیے شعوری طور پر سماج میں تشکیلی حقیقت (Hyper Reality) کو رائج کیا گیا۔ اس طرح اصل حقیقت سے گریز اور خود ساختہ حقیقت کی ترویج کا عمل مغربی ثقافت میں ناگزیر ٹھہرا۔ مابعد جدیدی فلسفیوں میں ژاں بادریلا (Jean Badrillard) ہی وہ فلسفی ہے جس نے تشکیلی حقیقت کا باقاعدہ تصور پیش کیا۔ اس نے اس نکتے پر زور دیا کہ تشکیلی حقیقت کسی بھی موجود حقیقت کی معکوس حقیقت نہیں ہے۔ اس کے خیال میں امریکہ بذات خود ایک تشکیلی حقیقت ہے جس نے اصل حقیت کو بے دخل کر رکھا ہے اور ذرائع ابلاغ (Media) امریکہ جیسی تشکیلی حقیقت کا خالق ہے۔ مابعد جدیدیت کا سارا کھیل امریکی درس گاہوں سے شروع ہوکر 50 اور 60 کی دہائیوں میں فرانس پہنچا۔ لیوٹارڈ (Loytard) اور بادری لارڈ (Baudrillard) نے انہیں کچھ منظّم کیا۔ ڈاکٹر محمد علی صدیقی نے اپنے مضمون ''مابعد جدیدیت اور جدید اردو شاعری'' میں مابعد جدیدیت اور اس کے مضمرات پر اظہار خیال کیا ہے۔ ان کے مطابق مابعد جدیدیت کے تین بنیادی ستون درج ذیل ہیں:

۱۔ حقیقت پسندی (Realism) کا بطلان

۲۔ بنیادی مسلمات (Foundationalism) کا بطلان

۳۔ انسان دوستی (Humanism) کا بطلان

مابعد جدیدیت کے پہلے ستون حقیقت پسندی (Realism) کی مخالفت سے مراد یہ ہے کہ روایتی زبان سے اصل حقیقت یا معانی برآمد نہیں ہوتے۔ یہ تحریک اپنے بیان کردہ معنیاتی نظام کے علاوہ کسی اور معنیاتی نظام اور تہذیبی نظام کو حشو وزائد کی فہرست میں رکھتی ہے دوسرے ستون Foundationalism سے مراد یہ ہے کہ تاریخ کے تازہ ترین دور میں تمام علوم اپنی بنیادیں کھو چکے ہیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر محمد علی صدیقی کی رائے ملاحظہ فرمائیں:

''جدیدیوں نے وجودیت کے فلسفہ میں خدا کا منصب انسان اور انسانی عقل اور قوت

فیصلہ کے سپرد کر دیا تھا جس کے ساتھ ماضی دریا برد کر دیا گیا تھا لیکن زمانہ حال میں آزادانہ کاوشوں سے مستقبل کی تعمیر کی جاسکتی ہے اور اس پر مابعد جدیدیوں نے یہ اضافہ کیا کہ انسان اور انسانی عقل کو بھی منہا کر دیا ہے کیون ہارٹ کے خیال میں اس کی جگہ اب انسان Power System کی خواہشات کے تابع ہو کر رہ گیا ہے۔''(۱)

تیسرا بڑا استرداد انسان دوستی کے تصور کا ہے۔ اب تک انسان تمام علوم کی ابتدا اور انتہا تھا۔ اب یہ حقیقت دم توڑ چکی ہے اور صرف طاقت کا مروجہ نظام (Power System) ہی یہ طے کر سکتا ہے کہ انسان کیا ہے اور کیا ہو سکتا ہے۔ ظالم اور مظلوم کا فیصلہ بھی اسی Power System کا اخذ کردہ معیاتی نظام کرے گا۔ امریکی ماہر معاشیات پروفیسر گالبرائتھ نے ایک امریکی رسالہ American Economic Review, March 1983 میں لکھا ہے:

''جب جدید کارپوریشن کو مارکیٹ پر اقتدار حاصل ہو گیا، تو اقتدار انسانی کمیونٹی (Community) تک پھیل گیا اور پھر ذرا ذرا سے فرق کے ساتھ اقتصادیات پر بھی یہ اقتدار مملکت کے اقتدار ہی کے مانند ہے، یہ معاملہ ادب اور کلچر تک جا پھیلتا ہے اور اب ادب ہو یا فنون لطیفہ کی دوسری شاخیں جو نظریہ بھی سکہ رائج الوقت ہے وہ بین الاقوامی کارپوریشن اور بین الاقوامی مارکیٹ کے تابع ہے۔ ادب میں متن کی اضافت یعنی یہ کہ جتنے قاری اتنے متن۔''(۲)

اس نئی صورت حال کو پہلے سے موجود ادبی سانچوں میں بیان کرنا اس عہد کے دانش وروں اور ادیبوں کے لیے ناممکن تھا، اس لیے اس دور میں بیانیہ کی نئی تکنیک واہماتی حقیقت نگاری سے استفادہ کیا گیا۔

1975 میں کلیمنز ہیزل ہاس (Clemens Heselhaus) نے Annete Von Droste Hulshoff کی شاعری کی وضاحت کے لیے واہماتی حقیقت نگاری کی اصطلاح کا استعمال کیا۔ نقادوں نے اس اصطلاح کو مختلف فن پاروں کی تشریح میں مختلف تعریفوں کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ واہماتی حقیقت نگاری میں حقیقت اور غیر معمولیت (Abnormality) کے تضاد کا تنقیدی تناظر مغربی قاری کی اساطیر سے بے تعلقی سے جنم لیتا ہے جو کہ واہماتی حقیقت نگاری کا ایسا بنیادی عنصر ہے جسے غیر مغربی ثقافتیں آسانی سے سمجھ سکتی ہیں۔ واہماتی حقیقت نگاری سے متعلق مغربی مخصمہ دراصل اس تکنیک کے متن میں تخلیق کردہ ''حقیقی کے تصور'' کی وجہ سے ہے۔ اس میں حقیقت کی وضاحت طبعی وفطری قوانین سے نہیں ہوتی جیسا کہ روایتی مغربی متون میں ہوتی ہے۔ واہماتی حقیقت پسند متن ایسی حقیقت تخلیق کرتا ہے جس میں واقعات، کرداروں اور معروض کے درمیان تعلق کو ان کی طبعی کائنات یا مادیت پرست ذہنیت کی قبولیت سے Justify نہیں کیا جاسکتا۔

اساطیر واہماتی حقیقت نگاری کی تکنیک کا ایک اہم عنصر ہے۔ اساطیر ہمیں اس دوسری کائنات سے آشنا کرتی ہے جو ہماری موجود کائنات کے پہلو بہ پہلو چلتی ہے اور بعض صورتوں میں اس کی تائید وحمایت بھی کرتی ہے۔ انسانی ذہن کی ایک خاصیت یہ ہے کہ یہ ایسے خیالات اور تجربات بھی وضع کرسکتا ہے کہ ہم ان کی عقلی توجیہہ کرنے سے قاصر رہتے ہیں۔ ہمارے پاس ایک قوت متخیلہ (Imagination) ہے جس کے ذریعے ہم ایسی صورت حال کا تصور کرسکتے ہیں جو فوری طور پر موجود نہیں ہوتی، یعنی اس کا کوئی خارجی وجود نہیں ہوتا بلکہ یہ محض ایک ذہنی تخیل ہوتا ہے۔ یہ قوت متخیلہ ہی ہے جو مذہب اور عقیدے کو وجود میں لاتی ہے۔ یہ اساطیری خیالات ایک دوسرے سے اس قدر متصادم ہیں کہ ان میں صحیح اور غلط کی حدود آپس میں گڈ مڈ ہوچکی ہیں، اس لیے ہم ایک عام انسان کے طور پر انہیں غیر معقول اور لذت پرستی پر مبنی قرار دے کر مسترد کردیتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف اسی قوت متخیلہ نے سائنس دانوں کو اس قابل بنادیا ہے کہ وہ نئے نئے علوم کو منظر عام پر لارہے ہیں اور انہوں نے اس کے بل بوتے پر ایسی ٹیکنالوجی وضع کرلی ہے جس کے ذریعے ہم اپنے ماحول میں بڑے موثر ثابت ہورہے ہیں۔ سائنس دانوں کے تصور نے ہمیں بیرونی خلا میں سفر کرنے اور چاند پر چہل قدمی کرنے کے قابل بنادیا ہے۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے دائرہ کار کو وسعت دینے میں اساطیر اور سائنس، دونوں نے اپنا کردار ادا کیا ہے۔

دیومالائی کہانیوں کا مقصد لوگوں کو پیچیدہ انسانی مخمصوں سے عہدہ برآ ہونے اور دنیا میں اپنے مقام کے تعین اور صحیح پہچان میں مدد دینا ہوتا ہے۔ اس لیے اساطیر کو اس خیال سے گھٹیا طرز فکر سمجھنا غلط ہوگا کہ اب انسان عقل ومنطق کے عہد میں داخل ہوچکا ہے، اسے ان قصے کہانیوں کی ضرورت نہیں رہی۔ اساطیر نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ تاریخ نویسی کی ابتدائی کاوشوں کا حصہ ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ اس میں کوئی معروضی حقیقت پائی جاتی ہے۔ یہ تو ہماری ٹکڑوں میں بٹی ہوئی الم ناک دنیا کو ارفع شکل میں پیش کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب فرائیڈ اور یونگ نے روح کی گہرائیوں کو ناپنے اور چھپے ہوئے اسرار معلوم کرنے کی کوششوں کا آغاز کیا تو انہوں نے جبلی طور پر کلاسیکی داستانوں سے رجوع کیا اور انہی کی مدد سے لوگوں کو اپنے معلوم کردہ حقائق سے آگاہ کیا۔ اس طرح پرانی داستانوں کو نئی تعبیر مل گئی۔

انسان صدیوں سے پر اسرار اور ناقابل توضیح واقعات کی وجوہ اپنے زمانے کی عقل کے مطابق کرتا آیا ہے۔ مثلاً کیا موت کے بعد بھی کوئی زندگی ہے؟ کیا ماضی کو واپس لایا جاسکتا ہے؟ کیا مستقبل کو جاننا ممکن ہے؟ کیا عفریت اور بلائیں یا بھوت پریت حقیقی وجود رکھتے ہیں یا محض ہمارے تخیل کی پیداوار ہیں؟ واہماتی حقیقت نگاری ایسے حیرت انگیز اور ناقابل توضیح واقعات کو بھی متن کا اس طرح حصہ بناتی ہے کہ قاری ان کی صداقت کا قائل ہوئے بنا نہیں رہ پاتا۔

واہماتی حقیقت نگاری کیا ہے؟

واہماتی حقیقت نگاری ایسی اصطلاح ہے جسے 1970 سے اب تک نقادوں کی جانب سے فن پاروں کی توضیح میں مختلف تعریفوں کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ اصطلاح کسی حد تک جادوئی حقیقت نگاری سے تعلق رکھتی ہے مگر واہماتی حقیقت نگاری زیادہ تر خواب ناک حالت سے مخصوص ہے۔

1975 میں کلیمنز ہیزل ہاس (Clemens Heselhaus) نے Annete Von Droste Hulshoff کی شاعری کی وضاحت کے لیے اس اصطلاح کا استعمال کیا۔ البتہ کتاب کے ایک جائزے میں اسے ایک متصادم (oxymoronic) اصطلاح کے طور پر تنقید کا نشانہ بنایا گیا جو نظموں کی قوی تمثال کاری کا بھرپور احاطہ نہیں کر سکتی۔ **(۳)**

یونیورسٹی آف کیلی فورنیا ڈیوس پروفیسر ایلزبتھ کریمر (Elizabeth Krimmer) نے Von Droste Hulshoff کی واہماتی حقیقت نگاری کو سراہا کیونکہ فطری ماحول کی تفصیلی وضاحت کے ذریعے خوابوں کی دنیا کی یہ تقلیب زیادہ اثر انگیز ہے۔ **(۴)**

1981 میں Oxford Companion to Twentieth Century Art نے واہماتی حقیقت نگاری کو سرئیلزم کے ایک رجحان (Trend) کے طور پر شمار کیا ہے۔ یہ تفصیل کی جامع اور محتاط تصویر کشی ہے۔ یہ ایسی حقیقت نگاری ہے جو کسی خارجی حقیقت کو پیش نہیں کرتی اس لیے کہ حقیقت پسندانہ طرز میں پیش کردہ موضوعات خواب یا دیومالا کی کائنات سے تعلق رکھتے ہیں۔ **(۵)**

1983 میں برخوردت لنڈنر (Burkhuardt Lindner) نے اپنے مضمون "Halluzinatorischer Realismus" (صفحہ 183) میں واہماتی حقیقت نگاری کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے:

> ''دستاویزی صداقت کے ساتھ اور حقیقت کی جمالیاتی توسیع پر ماضی کو حال بنانے کی کاوش (واہماتی حقیقت نگاری کہلاتی ہے۔'' **(۶)**

اپنے مضمون میں لنڈنر نے پیٹر ویس (Peter Weis) کے بارے میں یوں اظہار خیال کیا ہے:

> ''ویس اپنے ترو تسکی ڈرامہ (Trotsky Drama) کو ایک کھیل کہتا ہے جو محدود معنوں میں ایک دستاویز ہے اور بمشکل ہی منظر کی صورت اختیار کرے گا (کیونکہ یہ) تقریباً ایک واہمہ ہے۔ تاثرات، منظر، واہمہ اور شیزوفرینیا کسی چیز کے حقیقی ہونے کے دعوے کی نفی کرتے ہیں۔ واہماتی حقیقت نگاری تو بہت سے کرداروں کو ایک وسعت، کھلے پن، ایک خفیہ تعلق اور یادداشت کے نظام کے ذریعے 'ہم' میں جوڑنے کی کاوش ہے۔'' **(۷)**

لنڈنر مزید کہتا ہے کہ واہماتی حقیقت نگاری کی ٹریٹمنٹ خواب ناک حقیقت کے استناد کے حصول کا جتن کرتی ہے۔ادب میں مویان کے نوبل انعام میں بھی یہ اصطلاح ایک محرک کے طور پر سامنے آئی ہے۔ پریس ریلیز کے پانچ میں سے چار ورژن (انگریزی، فرانسیسی، جرمن اور ہسپانوی) میں اس اصطلاح کا استعمال کیا گیا ہے، تاہم اصل سویڈش ورژن میں واہماتی حقیقت نگاری کی بجائے "Hallucinatorisk Skarpa" یعنی (Hallucinatory Sharpness) کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔

پیٹر کیری (Peter Carey) کے ناول "My Life as A Fake" کے جائزے میں جوائے پریس (Joy Press) نے یہ وضاحت کرنے کے لیے واہماتی حقیقت نگاری کی اصطلاح کا استعمال کیا ہے کہ کس طرح یہ ناول تخیلاتی دنیا کو ٹھوس اور قابل یقین بنانے میں کامیاب ہوا ہے۔

مختلف ادبی ناقدین نے پیٹر ویس اور ٹومی انگرر (Tomi Ungerer) کی ادبی تخلیقات کے علاوہ پیٹر کیری (Peter Carey) کے ناول "My Life as A Fake"، کیون بیکر (Kevin Baker) کے ناول "Paradise Alley" اور پسولینی کی فلم "Gospel According to St Matthew" کی توضیح کے لیے واہماتی حقیقت نگاری کی اصلاح کا استعمال کیا ہے۔

واہماتی حقیقت نگاری کی اصطلاح میں دو متصادم کائناتوں کو ممزوج کر دیا گیا ہے۔ واہمے حقیقت سے ماورا ہوتے ہیں اور حقیقت واہموں سے مبرا ہوتی ہے۔اس تناظر میں واہماتی حقیقت نگاری کی اصطلاح عام سطح پر مخمصہ پیدا کرتی ہے مگر اس تکنیک کا تفصیلی مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ متصادم (Oxymoronic) اصطلاح نہیں کیونکہ اس میں واہمہ اور حقیقت دونوں تصورات اپنے بنیادی معنوں میں استعمال نہیں ہوتے۔اس تکنیک میں ماورائے حقیقت اور غیر فطری واقعات کو حقیقی فضا میں اس طرح پیش کیا جاتا ہے کہ قاری انہیں حقیقی سمجھے بغیر نہیں رہ سکتا۔

واہمے بہت حیران کن ہوتے ہیں۔ یہ ایسی چیزوں کے خیال پر مبنی ہوتے ہیں جو فی حقیقت موجود نہیں ہوتی ہیں۔16 ویں صدی میں جب Hallucination کا لفظ سامنے آیا تو اس سے مراد صرف ذہن کا معمولی تحیّر تھا۔ بعد میں ایک فرانسیسی نفسیات دان جین ایٹن (Jean Etienne) نے 1830 میں اسے موجودہ معانی عطا کیے۔(۸)

اس سے قبل یہ لفظ معمولی Appiarations کے تصور سے منسلک تھا۔ واہمہ (Hallucination) کی جامع تعریف اب بھی زیر غور ہے کیونکہ واہمے، التباس اور ادراک کے مابین حد فاصل کھینچنا خاصا دشوار ہے۔مگر بالعموم واہمے (Hallucination) کی تعریف ان الفاظ میں کی جاتی ہے۔

''خارجی حقیقت کی عدم موجودگی میں پیدا ہونے والا خیال۔ایسی اشیا کو دیکھنا یا سننا

جو وہاں پر موجود نہ ہوں۔''(۹)

واہمہ اس التباس سے مختلف ہوتا ہے جو خواب یا نیند کی حالت میں ایسے افراد، مناظر اور واقعات کو سامنے لانے کا عمل ہے جو درحقیقت موجود نہیں ہوتے۔ آپ کھلی آنکھوں سے پورے ہوش وحواس میں موسیقی سنتے ہیں، مناظر دیکھتے ہیں، اپنے دادا کے باغ میں کھلنے والے پھولوں کی خوشبو سونگھتے ہیں۔ آپ کو اپنے کندھے پر ان کا ہاتھ محسوس ہوتا ہے، اپنے قرب میں ان کی موجودگی محسوس کرتے ہیں اور صرف آپ ہی اس تجربے سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ یہ عمل عجیب، حیران کن اور شاید کسی حد تک خوف ناک بھی ہے کیونکہ سب واہمے عزیزوں کے ساتھ خوشگوار ملاقات پر ہی مشتمل نہیں ہوتے۔

یہ واہمہ دراصل دماغ کی وضع کردہ شے ہے جو دوسروں کے لیے ناقابل ادراک ہے تاہم (Hallucinator) واہم کو یہ واہمے بہت اصل معلوم ہوتے ہیں۔

ولیم جیمز (William James) نے اپنی کتاب ''نفسیات کے اصول'' (Principles of Psychology) مطبوعہ 1890 میں واہمے (Hallucination) کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''واہمہ شعور کی شدید ہیجانی کیفیت ہے۔''(۱۰)

یہ ہیجان اس قدر خوب اور حقیقی ہوتا ہے کہ جیسے وہ شے وہاں پر حقیقتاً موجود ہو۔ مگر شے وہاں پر ہوتی نہیں ہے۔ یہ ہی اصل معمہ ہے۔ بہت سے دیگر محققین نے اس کی متعدد تعریفات تجویز کی ہیں۔ جان ڈرک بلوم (Jan Dirk Blom) نے ڈکشنری آف الوسی نیشنز (Dictionary of Hallucinations) میں اس کی درجنوں تعریفیں شامل کی ہیں۔

بعض اوقات ہم معمولی اشکال کو اپنے ذہن میں تصور کرتے ہیں۔ کوئی چوکور، کسی دوست کا چہرا، کوئی پھول یا ایفل ٹاور۔ یہ شکلیں ہمارے دماغ میں ہی رہتی ہیں۔ یہ خارجی کائنات میں واہمے کی صورت اختیار نہیں کرتی ہیں اور ان میں واہمے جیسی تفصیلی خصوصیت کی کمی ہوتی ہے۔ ہم ایسی شکلیں خود اختیاری طور پر بناتے ہیں اور جب چاہیں ان کو دہرا بھی سکتے ہیں۔ اس کے برعکس واہموں کے معاملے میں ہم مفعول اور مجبور ہیں۔ واہمے خود بخود واقع ہوتے ہیں۔ اپنی مرضی سے رونما ہوتے ہیں اور غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہوتے۔ واہموں کی ایک اور صورت بھی ہے جسے Pseudo-Hallucination کا نام دیا جاتا ہے۔ اس میں واہمے خارجی دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے بلکہ آنکھوں کی پتلیوں کے اندر ہی موجود ہوتے ہیں۔ اس قسم کے واہمے اکثر نیند سے قریب حالت میں بند آنکھوں میں واقع ہوتے ہیں۔ مگر اس قسم کے واہموں میں بھی واہموں کی تمام خصوصیات موجود ہوتی ہیں۔ یہ بھی غیر اختیاری اور ہمارے کنٹرول سے باہر ہوتے ہیں۔ یہ واہمے معمولی بصری تمثیل سے مختلف ہوتے ہیں۔

تاریخ میں بہت سے مشاہیر واہموں کے تجربے سے گزرے ہیں۔ سقراط سب سے معروف واہماتی سامعین میں سے ایک ہے۔ اسے یقین تھا کہ جب وہ کوئی بڑی غلطی کرنے لگتا تو ایک غائبی آواز اسے تنبیہہ کرتی۔ جان آف آرک (John of Arc) کا دعویٰ تھا کہ فوج کی سرپرستی کر کے انگریزوں کو شکست دینے میں اسے بہت سی برگزیدہ ہستیوں اور خود خدا کی آواز سے رہنمائی ملتی تھی۔ معروف فرانسیسی فلسفی اور ریاضی دان رینے ڈسکارٹس (Ren'e descartes) کو بھی غائبی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ یہ آوازیں اسے عقب سے آتی ہوئی محسوس ہوتی تھیں اور یہ اس قدر حقیقی لگتی تھیں کہ وہ یہ سوچتا کہ واقعی کوئی اس کا تعاقب کر رہا ہے۔ یہ ایک معمہ ہے کہ کیا ان تاریخی مشاہیر کو واہموں کا تجربہ ہوا تھا؟ یا پھر یہ ہے کہ دیوتا، فرشتے، بھوت پریت، جنات اور شیاطین کچھ لوگوں کے لیے تو قابل ادراک ہیں مگر سب کے لیے نہیں۔ روزمرہ تجربے سے ہمیں یہ یقین ہوتا ہے کہ ہم ایسی معروضی کائنات کا مشاہدہ کرتے ہیں جو ہماری موجودگی سے آزاد ہے۔ اس کائنات کا مشاہدہ ہم اس طرح کرتے ہیں جس طرح یہ سب کے لیے قابل مشاہدہ ہے۔ اس لیے شاہد سے آزاد (Observer Independent) تصور کیا جاتا ہے۔ کامن سینس یہ کہتی ہے کہ واقعات اور معروضات (Objects) ایک ایسی معروضی حقیقت کا حصہ ہیں جو ہمارے ذہن سے آزاد وجود رکھتی ہیں۔

کنور سلے، کینٹ اور شوپنہار نے یہ شناخت کیا کہ ہمارے گردوپیش کی دنیا ایک ''خواب ناک تخلیق'' ہے۔ فلسفیانہ آئیڈیالزم کے مطابق واقعات اور اجسام (Objects) ذہن کی تخلیق ہیں اور ذہن کے معیارات پر پورا اُترتے ہیں۔ جو چیزیں ہم اپنے گردوپیش میں دیکھتے، سنتے اور محسوس کرتے ہیں ان کا تعلق بھی طبعی دنیا سے نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ طبعی دنیا کے معیارات پر پورا اُترتے ہیں۔ جن واقعات اور اجسام سے ہماری دنیا آباد ہے، ہماری ان سے واقفیت کے بغیر وجود نہیں رکھتے۔ دنیا کے معروضات (Objects) تو موضوع (Subject) سے مشروط ہیں اور صرف موضوع کے لیے ہی وجود رکھتے ہیں۔ ان کا انحصار بنیادی طور پر مشاہدے پر ہے۔ (۱۱)

اگرچہ ہم اپنے گردوپیش میں جس شے کا ادراک کرتے ہیں وہ خواب ناک تخلیق کا حصہ ہے۔ ایک ایسی مادی کائنات کا حصہ جو ہماری عقل سے ماورا ہے۔ کیونکہ شعوری سطح پر تجربہ کی گئی دنیا سیکھے گئے رویے کی مناسبت سے بدلتی ہے۔ کینٹ اور شوپنہار نے طبعی دنیا کے وجود سے انکار نہیں کیا بلکہ اس امر کی نشان دہی کی ہے کہ ہمارے لیے یہ بات جاننے کا امکان نہیں کہ حقیقی دنیا کیسی ہے۔ دماغ مادی دنیا سے حاصل کردہ ڈیٹا پر اپنے تصورات لاگو کرتا ہے۔ یہ تصورات اور علم ہمارے تجربے کی بنیادی حالت ہیں۔ دنیا کے ہمارے یہ تجربات، تصورات اور تسبیب و تعلیل اس بنیادی علم کی مثالیں ہیں۔ ہم ہر مشاہدے پر ان بنیادی تصورات کو لاگو کرتے ہیں۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی انتخاب نہیں ہوتا۔ اس لیے ہم دنیا کو اپنے تصورات کے حوالے سے دیکھتے ہیں مگر ہماری رسائی اس مادی کائنات تک

نہیں ہو پاتی جو ہمارے شعوری تجربوں کی کائنات سے ماورا ہے۔

حقیقت پسندی کا تعلق ناول کی اس روایت سے ہے جو تقاضا کرتی ہے کہ مصنف قاری کو ایسی فضا سے آشنا کرے جو اس پر حقیقت کا اثر چھوڑے۔ ولیم ریمونڈ (William Raymond) نے اپنے مضمون ''حقیقت نگاری اور معاصر ناول'' میں بھی نئی حقیقت نگاری کی جانب واضح اشارے کیے ہیں لیکن مارکسی فلسفے کے ساتھ اس کی وابستگی جگہ جگہ آڑے آتی ہے اور وہ حتمی نتیجے تک پہنچتے پہنچتے رک جاتا ہے۔ ریمونڈ یہ تسلیم کرتا ہے کہ روزمرہ زندگی کی سچی تصویر کشی کا حقیقت نگاری کا دعویٰ اتنا سادہ نہیں رہا ہے کیونکہ خود روزمرہ زندگی پیچیدگی کا شکار ہو چکی ہے۔ اس نے حقیقت نگاری کو دو خانوں، نفسیاتی حقیقت نگاری اور سوشلسٹ حقیقت نگاری میں تقسیم کیا ہے۔ اس نے ''پولی سس'' تک کو حقیقت نگاری کی ایک شکل قرار دیا ہے اور سوشلسٹ فکر کے بڑے مخالف جارج آف ویل (Jeorge of well) کو بھی حقیقت نگاروں کے زمرے میں رکھا ہے۔ ریمونڈ کے برعکس لوکاچ نے حقیقت نگاری کو سماجی اور تنقیدی خانوں میں بانٹا ہے اور تنقیدی حقیقت نگاری کو عہد حاضر کی ضرورت قرار دیا ہے۔

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں ہینری جیمز (Henry James) جیسے ناول نگاروں کے تحریر کردہ مضامین میں حقیقت اور ناول کے مابین تعلق کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ ہینری جیمز کے مطابق ناول کی بقا اس میں حقیقی زندگی کی عکاسی کی وجہ سے ہے۔ وہ ناول نگاروں کو اپنے مضامین کے وسیلے سے مشورہ دیتا ہے کہ وہ قاری کی دل چسپی اور ہمدردی حاصل کرنے کے لیے اپنے ناولوں میں حقیقی اور مسلمہ زندگی کو تخلیق کریں۔

ادب کے نقطہ نگاہ سے حقیقت پسندی کا یہ رجحان واہماتی حقیقت نگاری کی تفہیم میں معاون ہوگا کیوں کہ یہ تکنیک حقیقت کی پیش کش پر یقین رکھتی ہے۔ یہ واہماتی عناصر کو اس طرح پیش کرتی ہے جیسے وہ مبنی بر حقیقت ہوں۔ واہماتی حقیقت نگاری کی صورت پذیری کا سراغ لگانے کے لیے ہمیں بیانیے کے اس انداز کی تفہیم کی ضرورت ہے جس کے تحت وہ صورت پذیر ہوا ہے تاکہ واہماتی عناصر کو حقیقی تناظر میں فکشن کے دائرے میں لا سکے۔ واہماتی حقیقت نگاری کی تکنیک صرف اسی صورت میں حقیقت پسندی پر انحصار کرتی ہے جب وہ استدلالی و عقلی حدود سے تجاوز کرنے سے گریز کرتی ہے۔

واہماتی حقیقت نگاری کی چیدہ خصوصیات

واہماتی حقیقت نگاری کے حامل متون کے اعتبار سے مندرجہ ذیل خصوصیات کے اطلاق کا درجہ بدل جاتا ہے۔ چونکہ ہر متن مختلف ہوتا ہے اس لیے ان خصوصیات میں سے کچھ کا اطلاق اس پر ہوتا ہے۔ مگر یہ خصوصیات اس بات کا بھرپور اظہار کرتی ہیں کہ واہماتی حقیقت نگاری کے حامل متن سے کیا توقع کی جاسکتی ہے۔

(i)فنتازی عناصر

واہماتی حقیقت نگاری بھی جادوئی حقیقت نگاری کی طرح جدید فکشن کی ایک قسم ہے جس میں تحیر آمیز اور فنتازی عناصر کو بیانیے میں اس طرح شامل کیا جاتا ہے کہ معروضی حقیقت کا قابل اعتبار لہجہ قائم رہتا ہے۔اس میں جدید ناول کی حقیقت نگاری کی حدود سے آگے نکل کر فیبل ،لوک داستان اور اساطیر پر توجہ مرکوز کی جاتی ہے اور معاصر سماجی مطابقت کو بھی قائم رکھا جاتا ہے۔ایسے ادب پاروں میں کرداروں کو جو فنتازی خواص عطا کیے جاتے ہیں ان میں ارتفاع، پرواز، ٹیلی پیتھی، حرکت بعید (Telekinesis) وہ ذرائع ہیں جنہیں واہماتی حقیقت نگاری نئے عہد کے خواب ناک سیاسی وسماجی حقائق کا احاطہ کرنے کے لیے استعمال میں لاتی ہے۔واہماتی حقیقت نگاری کے اہم ترین نمائندہ لکھاری مویان کے ادب پاروں میں فنتازی عناصر کی فراوانی ہے۔

(ii) حقیقی دنیا کی سیٹنگ

حقیقی دنیا میں فنتازی عناصر کا وجود واہماتی حقیقت نگاری کو بنیاد فراہم کرتا ہے۔واہماتی حقیقت نگاری میں لکھاری نئی دنیاؤں کی دریافت نہیں کرتے بلکہ اسی دنیا میں واہماتی انداز کو منکشف کرتے ہیں۔واہماتی حقیقت نگاری کی اس ثنائی (binary) دنیا میں فوق فطری اقلیم کا اختلاط مانوس فطری کائنات سے ہوتا ہے۔مویان کے ناولوں میں شمال مشرقی گاؤں ٹاؤن شپ کی حقیقی دنیا ظہور پذیر ہوتی ہے۔وہاں کے جیتے جاگتے افراد بھی ادبی قطع و برید کے بعد اس کے فکشن کا حصہ بن جاتے ہیں۔یہ واہماتی حقیقت نگاری میں حقیقی دنیا کی سیٹنگ کی محض ایک مثال ہے۔

تصنیفی اخفا(Authorial Reticence)

تصنیفی اخفا ابطال کن فکشنی کائنات کے بارے میں دانستہ طور پر معلومات اور تفصیلات کے اخفا کا عمل ہے۔اس کے تحت راوی (narrator) متن میں بیان کردہ واقعات یا کرداروں کے اظہار کردہ نظریات کے اعتبار وصداقت کے بارے میں بات نہیں کرتا۔وہ غیر جانب دار ہوتا ہے۔فنتازی واقعات کی توضیح کی عدم موجودگی اس خاصیت کو تقویت دیتی ہے اور کہانی اس منطقی صداقت کے ساتھ آگے بڑھتی ہے جیسا کہ کچھ غیر معمولی رونما نہیں ہوا۔ان واہماتی واقعات کو معمولی وقوعے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اس لیے قاری تحیر آمیز کو معمولی کے طور پر قبول کر لیتا ہے۔

فوق فطری کائنات کی وضاحت یا غیر معمولی کے طور پر اس کی پیش کش فی الفور فطری دنیا سے اس کے تعلق کے جواز میں کمی کا باعث بنے گی اور قاری فوق فطرت کو ایک باطل دستاویز یا تصور کے طور پر نظر انداز کر دے گا

(iv) ہجانت (Hybridity)

واہماتی حقیقت نگاری پلاٹ میں ان حقائق کی کثیر سطوح کو استعمال میں لاتی ہے جو متضاد اور غیر متناسب

مقامات پر رونما ہوتے ہیں جیسا کہ دیہی اور شہری، دیسی اور بدیسی۔

مثال کے طور پر ایک شخص ایک ہی جگہ پر مسلسل دو حقیقی صورت احوال کا تجربہ کرتا ہے مگر دو مختلف اوقات میں جن میں صدیوں کا فاصلہ ہوتا ہے۔ اس کی یہ خواب ناک حالت ان دو حقیقتوں کو جوڑتی ہے اور یہ واہمہ حقیقت کی ان کثیر سطحوں کو ممکن بنا دیتا ہے۔ مجموعی طور پر اس سے روایتی حقیقت پسند تکنیکوں کے مقابلے میں زیادہ گہری اور اصلی حقیقت قائم ہوتی ہے۔

(v) میٹا فکشن

یہ خاصیت ادب میں قاری کے کردار پر مرکوز ہے۔ اس میں قاری کی دنیا سے خصوصی حوالے اور کثیر حقائق کے ساتھ حقیقت پر فکشن، فکشن پر حقیقت کے اثرات اور ان کے مابین قاری کے کردار کا کھوج لگایا جاتا ہے کیونکہ یہ سماجی اور سیاسی انتقاد کی جانب توجہ مبذول کرنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

یہ وسیلہ (Tool) واہماتی حقیقت نگاری کے بنیادی phenomenon کے اطلاق میں مقدم حیثیت کا حامل ہے۔

(vi) متنیت سازی (Textualization)

اس اصطلاح کی دو تعبیریں ہیں؛

اول یہ ہے کہ جس میں ایک افسانوی قاری کہانی کی قرات کے دوران ایک کہانی کے ساتھ اس کہانی میں داخل ہو جاتا ہے اور بطور قاری ہمیں ہمارے status سے آشنا کرتا ہے۔ دوم یہ کہ جہاں قاری کی دنیا میں متنی دنیا داخل ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ Good sense اس عمل کی نفی کرے، مگر واہمہ ایک لچک دار کنونشن ہے جو اس بات کی تائید کرتا ہے۔

(vii) اسراریت

اس مرکزی تصور پر سب سے زیادہ تر ناقدین متفق ہیں کہ واہماتی حقیقت نگاری کا حامل ادب ارفع درجے کی قرات کا تقاضا کرتا ہے۔ یہی فیچر جادوئی حقیقت نگاری میں بھی ہے۔ ''تنہائی کے سو سال'' میں قاری کو پہلے سے موجود روایتی توضیح و تعبیر، پلاٹ کی پیش رفت، وقت کے خطی ڈھانچے اور سائنسی جواز وغیرہ سے انحراف کرنا پڑتا ہے تاکہ زندگی کے ربط و تعلق کی ارفع واقفیت یا اس کے مخفی معانی تک رسائی کا جتن کیا جا سکے۔ یہی صورت حال Life and Death Are Wearing Me Out کی قرات میں بھی سامنے آتی ہے۔ اس میں چیزوں کے عقب میں سانس لیتے اسرار کو گرفت میں لانا ہوتا ہے۔ ایک لکھاری کو حقیقت کے تمام درجوں کا ادراک کرنے کے لیے اپنی جن حسیات کو انتہائی ترفیع سے نوازنا ہوتا ہے ان میں سب سے اہم اسراریت ہے۔

(viii) سیاسی انتقاد (Political Critique)

واہماتی حقیقت نگاری کی تکنیک معاشرے، بالخصوص اس کے بالا طبقے پر مخفی و مضمر تنقید کو فکشن کا حصہ بناتی ہے۔ خاص طور پر چین کے تناظر میں دیکھا جائے تو واہماتی حقیقت نگاری کے حامل ادب کا اسلوب روایتی ادب کے مقدم و مخصوص مروجہ ڈسکورس سے انحراف کرتا ہے۔ یہ طریقہ بنیادی طور پر گزشتہ صدیوں کے لیے ہے جو کہ جغرافیائی، معاشرتی اور معاشی لحاظ سے مخصوص ہیں۔ اس لیے واہماتی حقیقت نگاری کی متبادل کائنات حقیقت نگاری، فطرت نگاری اور جدیدیت جیسے راسخ نقطہ ہائے نظر کی حقیقت کی اصلاح کا جتن کرتی ہے۔ اس منطق سے واہماتی حقیقت نگاری کے حامل متون دراصل تخریبی اور ساخت شکن متون ہیں جو انقلابی حد تک معاشرے کی غالب قوتوں کی مخالفت کرتے ہیں۔

دوسری جانب معاشرے کے غالب طبقے خود کو پاور ڈسکورس سے جدا ظاہر کرنے کے لیے واہماتی حقیقت نگاری کا اطلاق کر سکتے ہیں۔

Theo D"haen نے تناظر کی اس تبدیلی کو مرکز گریز قرار دیا ہے۔

واہماتی حقیقت نگاری کے حقیقت اور غیر معمولیت (Abnormality) سے تضاد کا تنقیدی نقطہ نظر مغربی قاری کی اساطیر سے بے تعلقی سے جنم لیتا ہے جو کہ واہماتی حقیقت نگاری کی ایسی بنیاد ہے جسے غیر مغربی ثقافتیں آسانی سے سمجھتی ہیں۔ واہماتی حقیقت نگاری سے متعلق مغربی تضاد اور مخمصہ دراصل واہماتی حقیقت نگاری کے متن میں تخلیق کردہ ''حقیقی کے تصور'' کی وجہ سے ہے۔ اس میں حقیقت کی توضیح اس طرح طبعی و فطری اصولوں کے استعمال سے نہیں ہوتی جیسا کی روایتی مغربی متون میں ہوتی ہے۔

مویان نے نوبل انعام لیکچر میں اس بارے میں یوں اظہار خیال کیا ہے:

> ''ناول نگاری میں میرے لیے سب سے بڑا چیلنج سماجی حقیقت کے ساتھ برتاؤ کا ہے۔ اس لیے نہیں کہ میں معاشرے کے تاریک پہلوؤں پر کھلم کھلا تنقید کرنے سے خائف ہوں بلکہ اس لیے کہ شدت جذبات اور غصہ سیاست کے لیے ادب کو دبانے اور ناول کو سیاسی ریپوتاژ میں ڈھالنے کی توجیہہ فراہم کرتے ہیں۔ معاشرے کا رکن ہونے کے ناطے ناول نگار کا اپنا ایک نقطہ نظر ہوتا ہے۔ مگر لکھتے وقت اسے انسان دوست نقطہ نظر اختیار کرنا چاہیے اور اسی کے مطابق لکھنا چاہیے۔ صرف اسی وقت ادب کی بنیاد نہ صرف واقعات پہ ہوگی بلکہ وہ ان سے سبقت لے جائے گا۔ ادب میں صرف سیاست کے لیے سروکار کا اظہار نہیں بلکہ اسے سیاست سے عظیم تر ہونا چاہیے۔''(۱۲)

(ix) تاریخی بُعد (Historical Space)

واہماتی حقیقت نگاری کے حامل فکشن میں موجود تاریخی بُعد وقت، تاریخ اور وجودیاتی سرزمین کے روایتی

جدلیاتی بیان تک محدود نہیں ہوتا ہے۔ واہماتی حقیقت نگار ایک خطی تاریخی بیانیے اور تخیل کو سہ العبادی بنادیتے ہیں۔ وہ ٹھوس سطح کے لوگوں، واقعات اور مقامات کو ایک رنگا رنگ تاریخی تسلسل میں پرو دیتے ہیں۔ باختن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ناول میں بُعد اور وقت کا نقطہ اتصال ہمیشہ بیانیے کے محرک کے مرکز میں موجود ہوتا ہے۔

مویان نے اپنے فکشن میں جدید اور قدیم اقدار، شہر اور دیہات، ترقی اور پس ماندگی، تہذیب اور فطرت کا ایک تقابل پیش کیا ہے مگر اس موضوعی مطابقت کی اپنی ایک حد ہے اور مویان کا تصوراتی علاقہ بیانیے اور اس کے تاریخی تخیل کے ثمرات کی پیداوار ہے۔ مویان بیانیے کی عجیب اور حیران کن تبدیلیوں کے غیر محدود امکانات کے ساتھ ایک تاریخی بُعد پیش کرتا ہے۔ وہ حقیقت اور واہمے کو ممزوج کرتا ہے۔

یہ کہنا کہ مویان کی ''جڑوں کی تلاش'' کرنے والی تخلیقات ایک مخصوص جغرافیائی ماحول اور مختلف اسالیب کا ظہور ثانی ہے، اس قدر مبنی بر انصاف نہ ہوگا برعکس اس کے کہ وہ کسی اور زمانے اور بُعد کی مرکزی علامت کا اظہار کرتے ہیں، اس لیے جدلیاتی تاریخیت کے زمرے میں آتے ہیں۔

(x) مابعد جدید خصوصیات

واہماتی حقیقت نگاری کی تکنیک بیسویں صدی کے اواخر میں سامنے آئی اس لیے نظریاتی اعتبار سے یہ مابعد جدیدیت سے متعلق ہے۔اس میں اصطفائیت (Eclocticism)، اعادہ کثیر (Redundancy)، تعدد (Multiplicity)، عدم تسلسل (discontinuity)، بین المتونیت (Intertextuality)، پیروڈی، کرداروں کی تحلیل، بیانیہ واقعات، حدود کی نابودگی (erasure of boundries) اور قاری کا عدم استحکام (Destablization) شامل ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ صدیقی، محمد علی، ''مابعد جدیدیت (حقائق وتجزیہ)''، پیس پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۴ء، ص ۱۷

۲۔ ایضاً، ص ۴۱

۳۔ http://en.wikipedia.org/Hallucinatory realism

۴۔ http://en.wikipedia.org/Hallucinatory realism

۵۔ http://en.wikipedia.org/Hallucinatory realism

۶۔ "The attempt to make the bygone present with a documentary factuality andatanAestheticenhancementofreality."

http://en.wikipedia.org/Hallucinatory realism

۷۔ "Weiss calls his Trotsky drama " a play that is documentary only in a limited sence, and would rather have take shape as a vision, almost hallucinatory. " The expression vision, hallucination, and shizophrenia make one suspicious of the claim to true -to-life reproduction. Hallucinatory Realism- this is the attempt to blend the numerous characters into a breadth, an openness, a secret connection, a synchronism and a network of memory into a " We" http://en.wikipedia.org/Hallucinatory realism

۸۔ Oliver Sacks, "Hallucinations", Picador, London, 2012, pp.ix.

۹۔ "Percepts arising in the absence of any external reality-seeing things or hearing things that are not there", Oliver Sacks, "Hallucinations", Picador, London, 2012, pp.ix.

۱۰۔ Oliver Sacks, "An hallucination is a strictly sensational form of consciousness.", "Hallucinations",Picador, London, 2012, pp.ix.

۱۱۔ Jan Dirk Blom, Iris E.C. Sommer, "Hallucinations-Research and Practice" Springer, London, 2012, pp.9.

۱۲۔ "My greatest challenges come with writing novels that deal with social realities, such as The Garlic Ballads, not because I'm afraid of being openly critical of the darker aspects of society, but because heated emotions and anger allow politics to suppress literature and transform a novel into reportage of a social event. As a member of society, a novelist is entitled to his own stance and viewpoint; but when he is writing he must take a humanistic stance, and write accordingly. Only then can literature not just originate in events, but transcend them, not just show concern for politics but be greater than politics.", Mo Yan, 2012, Nobel Lecture,www.npc.com